فقہ حنفی وشافعی میں استحسان کا تصور(تجزیاتی وتقابلی مطالعہ)

The Concept of Istihsan in Hanafi and Shafi'i Jurisprudence (An Analytical and Comparative Study)

Muhammad Sher Zaman
Jamiat Ul Madina Ali Town, Sargodha
sherzaman7050306@gmail.com

ABSRACT

The Hanafi scholars consider istihsan a valid legal principle, preferring a qias e khafi over a qias e jali due to the strength of the evidence. However, Imam Shafi'i does not consider it valid. According to Imam Shafi'i, istihsan is arbitrary personal desire. In reality, all jurists have employed istihsan, albeit under different names. This article examines what Imam al-Shafi'i actually meant by this concept. The study employs a qualitative research method, and the researcher concludes that just as istihsan has been applied in Hanafi jurisprudence, it has also been utilized in Shafi'i jurisprudence, albeit under different names.

The author recommends that research students conduct further investigation on this topic and identify additional examples demonstrating which jurists have employed istihsan in their respective legal schools.

Kwyword: Istihsan; Hanafi Jurisprudence; Shafi'i Jurisprudence; Qiyas; Legal Reasoning; Usul al-Fiqh; Comparative Fiqh; Qualitative Research; Islamic Legal Theory; Juristic Preference.

تمہید

پاک ہے وہ ذات جس نے انسان کو پیدا فرمایا، پیدائش انسان کے بعد اس ربِ لم یزل نے انسان کی ہدایت کے لئے انبیاء و رسل مبعوث فرمائے اور ان نفوسِ قدسیہ پر کتب و صحائف کا نزول فرمایا۔ سب انبیاء کے آخر میں ہمارے نبی محمد ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ پر کتابِ ہدایت، قرآن کو نازل فرمایا۔ یہ کتاب اس امت کی رہنمائی کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ اس میں موجود احکام تا قیامت قابلِ عمل ہیں۔ قرآن کریم نے کچھ احکام کو تو بالکل واضح طور پر بیان فرمادیا، ان احکام پر عمل پیرا ہونے میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ البتہ بعض مقامات پر قرآن حکیم نے اس امت کی رہنمائی ایسے مناہج کی طرف فرمائی، جن پر عمل پیرا ہو کر قیامت تک کے لئے پیش آنے والے مسائل کا حل تلاش کیا جاسکتا ہے۔ عام طور پر یہ ایسے مسائل ہوتے ہیں، جن کے بارے میں قرآن و حدیث اور اجماعِ امت میں کوئی واضح حکم وارد نہیں ہوا ہوتا۔ لہذا علمائے امت ان احکام سے ملتے جلتے مسائل کی علل و اسباب کا جائزہ لے کر ان مسائل کو دوسرے مسائل پر قیاس کر لیتے ہیں۔ اسی قسم کے مسائل میں سے ایک حکم ''استحسان'' کا بھی ہے۔

تعارف موضوع

اس مختصر سی اسائنمنٹ میں استحسان کا تحقیقی جائزہ فقہائے احناف اور شوافع کی آرا کی روشنی میں پیش کیا جائے گا۔

تعریف

لفظِ استحسان ''حسن'' سے بنا ہے، اس کا معنی ''اچھا ہونا'' ہے۔ صرف کے قوائد کے اعتبار سے یہ بابِ استفعال کا مصدر ہے اور لغوی اعتبار سے اس کے معنی کسی شئی کو اچھا سمجھنا اور بہتر خیال کرنا ہے۔ اس کے مدِ مقابل استقباح کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی کسی چیز کو ناپسند کرنا اور قبیح سمجھنے کے ہیں۔

اما الاستحسان لغة فوجود الشئ حسنا يقال استحسنت كذا اعتقدته حسنا و استقبحته على ضده[1]

علامہ سرخسی نے ایک اور لغوی معنی لکھا ہے کہ استحسان کا مطلب ''طلبِ احسن'' ہے یعنی اچھی بات کا طلب گار ہونا تاکہ اس کی اتباع کی جائے۔

الاستحسان لغة وجود الشئى حسنا يقول الرجل استحسنت كذا اى اعتقدته حسنا على ضده الاستقباح او معنا ه طلب الاحسن للاتباع الذى هو ماموربه ۔[2]

استحسان لغوی اعتبار سے کسی چیز میں اچھائی کا پایا جانا ہے، کہا جاتا ہے کہ ''استحسنت كذا'' یعنی تو نے اس کے اچھا ہونے کا اعتقاد رکھا۔ استحسان کی ضد قبیح ہے۔ یا استحسان کا معنی اچھائی کو طلب کرنا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے، جس کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے ۔

علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ استحسان کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

---

(1) الدبوسي، أبوزيد عبيد الله، تقويم الأدلة في أصول الفقه، (بيروت: دار الكتب العلمية)، ۴۰۴

(2) امام ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی، اصول سرخسی (احیاء المعارف النعمانیہ)، ۲/۲۰۰

هُوَ فِي لِسَان الْفُقَهَاء نَوْعَانِ الْعَمَل بِالِاجْتِهَادِ وغالب الرَّأْي فِي تَقْدِير مَا جعله الشَّرْع موكولا إِلَى آرائنا نَحْو الْمُتْعَة الْمَذْكُورَة فِي قَوْله تَعَالَى {مَتَاعا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا على الْمُحْسِنِينَ} أوجب ذَلِك بِحَسب الْيَسَار والعسرة وَشرط أَن يكون بِالْمَعْرُوفِ فعرفنَا أَن المُرَاد مَا يعرف استحسانه بغالب الرَّأْي وَكَذَلِكَ قَوْله تَعَالَى {وعَلى الْمَوْلُود لَهُ رزقهن وكسوتهن بِالْمَعْرُوفِ} وَلَا يظنّ بِأحد من الْفُقَهَاء أَنه يُخَالف هَذَا النَّوْع من الِاسْتِحْسَان۔[3]

لفظِ استحسان دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ایک: جو احکامِ شریعت نے ہماری عقل اور رائے کے سپرد کیے ہیں۔ان میں اجتہاد اور غالب رائے پر عمل کرنا، جیسے مطلقہ غیر مدخولہ غیر مسمی لہا عورت کے لیے متعہ کا حکم ''متاعا بالمعروف''کے ذریعہ دیا گیا ہے، اسی طرح شوہر پر بیوی کے نفقہ کا حکم ''وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف''کے ذریعہ دیا گیا ہے،ان آیات میں شریعت نے متعہ اور نفقہ کی کوئی متعین مقدار بیان نہیں کی، بلکہ لوگوں کو اپنے یسر وعسر کے اعتبار سے متعہ ونفقہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے جو عرف وتعامل اور صواب دید پر موقوف ہوگا۔اس کو بھی استحسان کہتے ہیں۔علامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ کوئی فقیہ استحسان کا اس معنی کے اعتبار سے مخالف نہیں ہے۔

علامہ سرخسی نے یہ استحسان کی لغوی تعریف بیان فرمائی ہے۔

وجہ تسمیہ

لفظِ استحسان ''حسن' سے ماخوذ ہے اور کے لغوی معنی ''حسن اور خوبی طلب کرنا، حسن کو تلاش کرنا'' ہے۔

چوں کہ مجتہد دو دلیلوں یا دو قیاسوں کے درمیان ترجیح (حسن) تلاش کرتا ہے، تاکہ کسی ایک کو راجح اور دوسرے کو مرجوح قرار دے سکے،اس لیے مجتہد کا فعل استحسان، اور راجح قرار دیا ہوا حکم، مستحسن کہلاتا ہے۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں

فَكَذَلِك اسْتِعْمَال عُلَمَائِنَا عبارَة الْقيَاس وَالِاسْتِحْسَان للتمييز بَين الدَّلِيلَيْنِ المتعارضين وَتَخْصِيص أَحدهمَا بالاستحسان لكَون الْعَمَل بِهِ مستحسنا ولكونه مائلا عَن سَنَن الْقيَاس الظَّاهِر فَكَانَ هَذَا الِاسْم مستعارا لوُجُود معنى الِاسْم فِيهِ بِمَنْزِلَة الصَّلَاة فَإِنَّهَا اسْم للدُّعَاء ثمَّ أطلقت على الْعِبَادَة الْمُشْتَملَة على الْأَرْكَان من الْأَفْعَال والأقوال لما فِيهَا من الدُّعَاء عَادَة۔[4]

ہمارے علماء کا قیاس اور استحسان کی عبارت کو استعمال کرنا دو متعارض دلائل کے مابین تمیز کرنے کے لئے ہوتا ہے،اور ان میں سے ایک کو استحسان کے نام کے ساتھ خاص کرنا اس دلیل پر عمل کے مستحسن ہونے اور اس کے قیاسِ ظاہر سے قیاسِ خفی کی طرف عدول کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے، چنانچہ استحسان میں حسن کے معنی پائے جانے کی وجہ سے یہ نام رکھ دیا گیا، جیسا کہ لفظِ صلوۃ کے معنی دعاء کے ہیں پھر لفظِ صلوۃ کا اطلاق مخصوص افعال واقوال پر مشتمل عبادت پر ہونے لگا کیوں کہ اس میں بھی عام طور پر دعا ہی ہوتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ استحسان کو،استحسان دلیل کے مستحسن ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔بادی النظر میں بعض اوقات ایک دلیل اچھی نظر آرہی ہوتی ہے، درحقیقت اس کے علاوہ کوئی دوسری دلیل اس سے زیادہ اچھی اور عوام کے موافق ہوتی ہے، لہذا زیادہ موافق کو اپنا کر فتوی دینا،استحسان کہلاتا ہے۔

---

(3) امام ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی،اصول سرخسی(احیاء المعارف النعمانیہ)،۲/۲۰۰

(4) امام سرخسی،اصول سرخسی،۲/۲۰۱

حجیتِ استحسان

استحسان کے حجت ہونے میں فقہاء عظام کی آرا میں اختلاف پایا جاتا ہے۔بعض فقہاء اس کو معتبر مانتے ہیں اور بعض استحسان کی حجیت کا انکار کرتے ہیں۔ابتداً فقہاء کا موقف بیان کرنے کے بعد حجیتِ استحسان پر دلائل کو بیان کروں گا۔فقہائے احناف اور شوافع کے مؤقف اور دلائل کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔پہلے استحسان کو معتبر ماننے والے ائمہ کا موقف پیش کرتے ہوئے،احناف کے مذہب سے ابتدا کی جائے گی۔

احناف

علمائے احناف کے نزیک استحسان نہ صرف معتبر ہے بلکہ اس اصطلاح کو ایجاد کرنے والے بھی احناف ہیں۔آئمہ اربعہ میں سے سب سے زیادہ استعمال احناف کے ہاں استحسان کا پایا جاتا ہے۔احناف کی اصولِ فقہ کی تقریباً تمام کتب استحسان کے معتبر ہونے پر متفق ہیں۔امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد فقہاء نے طریقہ استحسان اور اسکی بنیاد پر استنباط مسائل کا سب سے زیادہ کام کیا ہے اور قیاسِ ظاہر پر عمل کرنے کی صورت میں جب کوئی مسئلہ مصلحتِ عامہ میں مشکل پیدا کرنے کا سبب بن رہا ہو تو اس وقت فقہائے احناف نے استحسان کے ذریعے استنباط کر کے انتہائی انصاف اور اعتدال پر مبنی مسئلہ قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کر کے فقہی وسعت کا ثبوت دیا ہے۔ڈاکٹر یعقوب فرماتے ہیں کہ امام محمد بن حسن شیبانی کہتے ہیں

ان اصحابه كانو ا ينازعونه المقاييس فاذا قال استحسن لم يلحق به احد۔[(5)]

امام ابو حنیفہ کے شاگرد، قیاسی معاملات میں ان کے ساتھ بحث ومباحثہ کرتے تھے،لیکن جب وہ کہتے کہ میں نے استحسان کی بنیاد پر مسئلہ بیان کیا ہے تو کوئی بھی شخص ان پر اعتراض لاحق نہ کرتا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فقہاء احناف کس قدر استحسان کے قائل تھے اور اس کا اعتبار کرتے تھے۔احناف کے ائمہ مذہب سے اس طرح کی آرا کے منقول ہونے کا یہ اثر ہوا کہ تمام مروجہ مذاہب میں سے سب سے زیادہ استحسان کا استعمال احناف کے ہاں ملتا ہے۔احناف استحسان کو بھی دوسرے دلائلِ شرع کی طرح مستقل دلیل مان کر اس کا اعتبار کرتے ہیں۔

چنانچہ امام محمد کا قول ہے

من كان عالما بالكتاب والسنةو بقول اصحاب رسول اللهﷺوبما استحسن فقهاءالمسلمين وسعه ان يجتهدرايه فيما ابتلى به يمضيه فى صلاةوصيامه و حجه و جميع مابه و نهى عنه۔[(6)]

جو کتاب اللہ سنت رسول ﷺ،اقوال اصحابِ رسول اور مسلم فقہاء کے استحسانی کا علم رکھنے والا ہو اس کے لیے گنجائش ہے کہ وہ اپنی رائے سے ان معاملات میں اجتہاد کرے جو اسے درپیش ہوں اور نماز، روزہ، حج، اور تمام مامورات و ممنوعات میں اس پر عمل کرے محررِ مذہبِ حنفی،امام محمد بن حسن شیبانی، کے اس قول سے استحسان اور قیاس کی ترغیب دلائی جارہی ہے۔ گویا کہ وہ قیاس کا دروازہ بند نہیں کرنا چاہتے بلکہ ان کو یہ بات پسند ہے کہ جو بھی شخص کتاب وسنت اور دوسرے ادلہ کو جاننے والا ہے،اس کو مسائل کا

---

(5) یعقوب بن عبد الوھاب،الاستحسان و حقيقه،(مکتبہ رشید)،۴۷

(6) الحضاوی،حسن الشیخ،الاستحسان تعريفه و حجته،(ابوظہبی،رماسة الفقضاء الشرعی،۱۴۰۴ھ)،۶۵۳

استنباط

کرنا چاہیے۔

فقہائے احناف نے استحسان کی تعریفات میں بڑی وسعت سے کام لیا ہے۔اس کی تعریفات دو طرح کی گئی ہے،ایک انداز تو یہ اپنایا ہے کہ یہ تعریفات استحسان کے فلسفہ اور اس کی روح کو بیان کر رہی ہیں جیسا کہ علامہ سرخسی کی تشریحات سے واضح ہوتا ہے۔دوسری طریقہ استحسان کی وضاحت کا کرنے کا ائمہ احناف نے یہ اپنایا کہ اس طرح تعریف کی کہ اس تعریف سے استحسان کے خدوخال واضح ہو گئے۔استحسان کی مزید تعریفات درج ذیل ہیں۔

علامہ بزدوی استحسان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

العدول عن موجب قیاس الی قیاس اقوی منه۔(7)

ایک قیاس کے تقاضہ سے انحراف کر کے اس سے زیادہ قوی قیاس کی جانب رجوع کرنا

استحسان کی اس تعریف کے مطابق بہت سی امثلہ متداول کتبِ فقہ میں موجود ہیں۔جیسے شکاری پرندوں کے جھوٹے کا حکم۔قیاس اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ان کا جھوٹا ناپاک ہونا چاہئے جس طرح درندوں کا جھوٹا ناپاک ہوتا ہے۔ان دونوں کا حکم ایک جیسا ہونا چاہیے۔لیکن اگر علت پر غور کیا جائے تو استحسان کی دلیل قوی نظر آتی ہے کیوں کہ درندے کا لعاب پانی پیتے وقت،پانی میں مل جاتا ہے جب کہ یہ پرندے چونچ سے پانی پیتے ہیں اور ان کا لعاب پانی میں نہیں ملتا اور جہاں تک چونچ کا تعلق ہے تو وہ صرف خشک ہڈی ہے۔اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔لہذا ان کو درندوں کے ساتھ کوئی مماثلت نہیں ہے۔ان کے جھوٹے کا حکم درندوں کے جھوٹے کی طرح نہیں لگایا جاسکتا۔علامہ بزدوی کی یہ تعریف،استحسان کی تمام اقسام کو شامل نہیں ہے۔یہ تعریف استحسان بالقیاس کو تو شامل ہے لیکن استحسان بالاثر،اجماع،عرف،ضرورت اور مصلحت کو شامل نہیں ہے۔

امام ابوالحسن کرخی رحمۃ اللہ علیہ استحسان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں

العدول فی المسئلة عن مثل ما حکم به فی نظائرها الی خلاف لوجه هو اقوی۔(8)

کسی مسئلہ میں اس کے نظائر کے حکم جیسے حکم سے قوی دلیل کی بنیاد پر اس کے برعکس حکم کی جانب انحراف کرنا

علامہ ابوالحسن کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ تعریف استحسان کی سب سے جامع تعریف قرار دی جاسکتی ہے۔یہ تعریف استحسان کی تمام اقسام کو شامل ہے۔امام کرخی کے نزدیک کسی مسئلے کا حکم،اس مسئلہ کی نظائر کے حکم کے برعکس ہو اور اس مسئلہ کی دلیل قوی ہو،یہ حکم کا انحراف قوی دلیل کی وجہ سے ہے تو یہ استحسان کہلائے گا۔

علامہ ابو حسین بصری رحمۃ اللہ استحسان کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

---

(7) البزدوی،علی بن محمد بن حسین،اصول الفقہ،(مصر:مکتب الصناع،۱۳۰۷ھ)،۳۷۶

(8) الآمدی،علی بن علی،ابو الحسن،سیف الدین،الاحکام فی اصول الاحکام،(مصر:مطبعة المعارف،۱۳۳۲ھ)،۱۵۸/۴

الاستحسان هو ترک وجه من وجوه الاجتهاد غير شمول الالفاظ لوجه هو اقوى منه و هو فى الحکم الطارى على الاول۔[9]

استحسان یہ ہے کہ وجوہ اجتہاد میں سے کسی ایک وجہ کو کسی زیادہ قوی دلیل کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے، لیکن اس میں الفاظ کی عمومیت شامل نہیں ہے اور ترک کرنے کا یہ عمل سابق نظائر کے مقابلہ میں کسی نئے پیش آنے والے مسئلے کے حکم کے بارے میں ہو گا۔

اس تعریف میں عمومیت ہونے کی بناپر استحسان کی تمام اقسام کو شامل ہے۔ شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ استحسان کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

وَالنَّوْع الآخر هُوَ الدَّلِيل الَّذِي يكون مُعَارضا للْقِيَاس الظَّاهِر الَّذِي تسبق إِلَيْهِ الأوهام قبل إنعام التَّأَمُّل فِيهِ وَبعد إنعام التَّأَمُّل فِي حكم الْحَادِثَة وأشباهها من الْأُصُول يظْهر أَن الدَّلِيل الَّذِي عَارضه فَوْقه فِي الْقُوَّة فَإِن الْعَمَل بِهِ هُوَ الْوَاجِب[10]

استحسان کی دوسری قسم کی تعریف: زیادہ غور وفکر کیے بغیر کسی حکم کے متعلق ذہن میں آنے والے قیاس ظاہری کی دلیل کے برخلاف وہ دلیل جو اشباہ و نظائر میں غور وفکر کے بعد اس حادثہ میں قوی معلوم ہو، وہ استحسان ہے اور اس پر عمل واجب ہے۔

ڈاکٹر معظم شاہ صاحب استحسان کی وضاحت کرتے ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ

تخصيص قياس بدليل أقوى منه

یعنی کسی قوی تر دلیل کی بناپر کسی قیاس کو خاص کرنا استحسان کہلاتا ہے۔[11]

اس تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ استحسان بھی قیاس کی ایک قسم ہے اور اس کو قیاسِ خفی کہتے۔ قیاسِ خفی کو قیاسِ جلی پر کسی قوی دلیل کی وجہ سے ترجیح دینا، استحسان کہلاتا ہے۔

امام مالک

امام دار الہجرہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی استحسان کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ استحسان علم کے دس حصوں میں سے نو حصے ہیں۔

قال عمرو بن العاص و قد سمعت ابن قاسم يقول و يروى عن مالک انه قال تسعة اعشار العلم الاستحسان۔[12]:

---

(9) البصری، محمد بن علی بن الطیب، کتاب المعتمد فی اصول الفقه، (دمشق: المعهد العلمی الفرنسی للدراسات الاسلامیه، ۱۳۸۷ھ) ۲/۸۴۰

(10) ایضا

(11) معظم شاہ، اصولِ فقہ، (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد)، ۱۰۵

(12) الشاطبی، ابراهيم بن موسى بن محمد اللخمي الغرناطي، الموافقات، (الناشر: دار ابن عفان)، ۴/۱۵۱

امام احمد بن حنبل

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کی طرف بھی یہ بات منسوب ہے کہ آپ استحسان کو دلیل شرعی کے طور پر تسلیم کرتے تھے ۔علامہ آمدی فرماتے ہیں

فقال به اصحاب حنيفة و احمد بن حنبل و انكره الباقون(13)

پس کہا کہ امام ابو حنیفہ کے شاگرد اور امام احمد بن حنبل استحسان کے قائل ہیں اور باقی ائمہ نے استحسان کے حجت ہونے کا انکار کیا ہے۔

حجیتِ استحسان کا ثبوت

قرآنِ کریم،احادیثِ طیبہ اور آثارِ صحابہ میں متعدد ایسی تصریحات موجود ہیں جن سے استحسان کا مشروع و معتبر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

حجیتِ استحسان قرآن کے تناظر میں

قرآنِ کریم کی وہ آیات جن میں مستحسن امور کی پیروی کرنے کی تلقین کی گئی ہے،استحسان کے ثبوت پر دلیلِ بین ہیں۔ جیسے اللہ تعالی کا ارشادِ پاک

وَ الَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰىۚ-فَبَشِّرْ عِبَادِۙ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗؕ-اُولٰٓىٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔(14)

اور وہ جو بتوں کی پوجا سے بچے اور اللہ کی طرف رجوع لائے انہیں کے لیے خوشخبری ہے تو خوشی سناؤ میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی اور یہ ہیں جن کو عقل ہے۔

ان آیاتِ بینات میں ان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے جو احسن بات کی پیروی کرتے ہیں۔ان کی تعریف کیا جانا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اللہ تعالی کی منشاء بھی قولِ احسن کی پیروی ہے۔۔فرمانِ باری تعالی

وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ ۔(15)

اور پیروی اختیار کر لو اپنے رب کی بھیجی ہوئی کتاب کے بہترین پہلو کی۔

اللہ تعالی کا ارشاد

وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا ۔(16)

(اور اپنی قوم کو حکم دو کہ ان ہدایات) کے بہترین مفہوم کی پیروی کریں۔

---

(13) الآمدي، أبوالحسن سيدالدين علي بن أبي،الاحكام في أصول الأحكام،(بيروت:المكتب الإسلامي)،۳۹۰/۴

(14) سورۃالزمر:۱۸/۳۹،۱۷

(15) سورۃالزمر:۱۵/۳۹

(16) سورۃالاعراف:۱۳۹/۷

یہ آیات محض احسن" ہونے کی بناپر بعض چیزوں کی اتباع کرنے کا حکم دیتی ہیں لھذاان میں استحسان پر عمل کی دلالت موجود ہے۔فرمانِ ربِ لم یزل

يُرِيدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۔[17]

سنت اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرناچاہتاہے، سختی نہیں کرناچاہتا۔

استحسان پر عمل کرنے سے تنگی و سختی کو چھوڑ کر آسانی اختیار کی جاتی ہے اور یہ دین کا اصول ہے جو مندرجہ بالا آیت قرآنی سے واضح ہوتا ہے۔

حجیت استحسان کا ثبوت سنتِ نبوی کی روشنی میں

حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو موسی اشعری اور حضرت معاذ بن جبل کو یمن روانہ کرتے وقت فرمایا

يسرا ولا تعسرا وبشر اولا تنفرا وتطاوعا۔[18]

یعنی کہ آسانی کرنااور سختی نہ کرنااور خوشخبری سنانااور نفرت نہ دلانابلکہ شوق دلانا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے

مارای المومنون حسنا فهو عند الله حسن[19]

جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

ان نصوص میں احسن کی تصریح آئی ہے وہ عموم الفاظ کے حوالہ سے استنباطِ احکام میں امرِ مستحسن کی جستجو اور پیروی کو بھی شامل ہے ،یہ الگ بات ہے کہ اس حکمِ مستحسن کو محض عقل ورائے پر مبنی نہیں ہونا چاہیے ،بلکہ کسی نہ کسی دلیلِ شرعی پر استوار ہونا چاہیے۔تاہم تعارضِ ادلہ کے وقت ترجیح کی بنیاد تو لازماًاحکام کا مستحسن ہوناہی قرار پائے گااور اس تلاشِ احسن میں عقل کا بڑادخل ہوگا۔

عمل صحابہ

استحسان ایک ایسی شرعی دلیل ہے کہ اس کااستعمال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ بھی رہاہے۔اس بارے میں ایک واقعہ ڈاکٹر عرفان خالد کی کتاب میں ملتاہے،آپ کہتے ہیں کہ :''حضرت عمرؓ کے عہد حکومت کاواقعہ ہے کہ ایک عورت کاانتقال ہوگیا۔ اس کے ورثاء میں خاوند والدہ' دوسگے بھائی اور دوماں شریک بھائی شامل تھے۔میراث کے قواعد کے مطابق سگے بھائی عصبات میں شمار ہوتے ہیں اور ماں شریک بھائی اصحاب فروض میں شمار ہوتے ہیں۔اصحاب فروض وہ ہیں جن کے حصے شریعت نے مقرر کر دیے ہیں اور عصبات وہ ورثاء ہیں جن کے حصے مقرر نہیں ہیں بلکہ اصحاب فروض کو دینے کے بعد جو کچھ بچے گا وہ عصبات کے حصہ میں آئے گا۔اس واقعہ میں متوفیہ کے ترکہ میں سے خاوند کانصف حصہ والدہ کاچھٹاحصہ اور ماں شریک بھائیوں کاایک تہائی حصہ بنتا تھااور انہیں دینے کے بعد سگے بھائیوں کے لیے کچھ نہیں بچتا تھا۔اس تقسیم کی روسے سگے بھائی میراث سے محروم ہو رہے تھے اور ان کا نقصان تھا۔جبکہ سگے

---

(17) سورت البقرۃ:۲/۱۸۵

(18) بخاری،ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل،الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سننه وایامه،کتاب الآداب،(کراچی:نور محمد اصح المطابع وکارخانہ تجارت کتب،۱۳۸۱ھ)، ۳/۳۹۹

(19) امام احمد بن حنبل،مسند امام احمد بن حنبل،(مؤسسة الرسالة،المكتبة الشامله)،رقم الحدیث:۶،۳۶۰۰/۷

بھائیوں کا مرنے والی عورت سے دہرا رشتہ تھا۔ یعنی وہ ان کی سگی بہن بھی تھی اور اپنے باپ کی طرف سے بھی وہ متوفیہ کے بھائی تھے۔ حضرت عمرؓ نے سگے بھائیوں کے نقصان کو دور کرنے کے لیے میراث کے عام قیاسی قاعدہ کو ترک کر کے سگے بھائیوں کو ماں شریک بھائیوں میں شمار کر کے ان سب کو ایک تہائی میں حصہ دار بنادیا۔"[20]

حضرت عمر فاروقِ اعظم کا یہ فتویٰ صحابہ کرام کی موجودگی میں دیا گیا ہے۔ صحابہ کرام کا عدمِ انکار، حجیتِ استحسان کی دلیل ہے۔

استحسان پر عمل کے اصول

علمائے اصولِ فقہ نے قیاس کے مقابلے میں استحسان کو ترجیح دینے کے کچھ اصول مقرر کیے ہیں جن کا لحاظ رکھنا از حد ضروری امر ہے۔ خلاصہ مندرجہ ذیل ہے

۱۔ دلیل کی قوت کے اعتبار سے ترجیح دینا

اگر قیاس اور استحسان دونوں قوی ہوں تو اس صورت میں قیاس راجح ہو گا۔

اگر قیاس اور استحسان دونوں ضعیف ہوں تو قرائن کے تحت کسی ایک کے لیے ترجیحی صورت پیدا کی جاسکتی ہے۔

اگر قیاس قوی اور استحسان ضعیف ہو تو قیاس کو ترجیح دی جائے گی۔

اگر استحسان قوی اور قیاس ضعیف ہو تو اس صورت میں استحسان کو قیاس پر ترجیح حاصل ہو گی۔

۲۔ دلیل کی صحت اور فساد کے اعتبار سے قیاس اور استحسان کی صورتیں

جس قیاس کا ظاہر و باطن دونوں صحیح ہوں اس کو استحسان پر ترجیح حاصل ہو گی۔

جس قیاس کا ظاہر و باطن دونوں فاسد ہوں اسے ترک کر دیا جائے گا۔

جس استحسان کا ظاہر و باطن دونوں صحیح ہوں وہ اس قیاس پر ترجیح پائے گا جس کا ظاہر صحیح اور باطن فاسد یا ظاہر فاسد اور باطن صحیح ہو۔

جس استحسان کا ظاہر و باطن دونوں فاسد ہوں وہ نا قابل قبول ہو گا۔

۳۔ قیاس اور استحسان میں تعارض کی صورت میں اصول ترجیح

اگر استحسان کا ظاہر صحیح اور باطن فاسد ہو اور قیاس کا ظاہر فاسد اور باطن صحیح ہو تو قیاس راجح ہو گا۔

اگر استحسان کا ظاہر فاسد اور باطن صحیح ہو اور قیاس کا باطن فاسد اور ظاہر صحیح ہو تو استحسان کو قیاس پر ترجیح دی جائے گی۔

اگر استحسان کا ظاہر صحیح اور باطن فاسد ہو اور قیاس کا ظاہر صحیح اور باطن فاسد ہو تو قیاس کو ترجیح حاصل ہو گی۔

اگر استحسان کا باطن صحیح اور ظاہر فاسد اور قیاس کا بھی باطن صحیح اور ظاہر فاسد ہو تو قیاس لائق ترجیح ہو گا۔[21]

ائمہ احناف کے نزدیک استحسان پر عمل کرنے کے لئے مذکورہ بالا اصولوں کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

---

(20) عرفان خالد ڈھلوں، قانونِ اسلامی اختصاصی مطالعہ، (شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد) ص ۱۵، ۱۴

(21) تقی امینی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، (کراچی: قدیمی کتب خانہ، ۱۹۹۱ء)، ص ۲۳۲

استحسان فقہ شافعی میں

امام شافعی

امام شافعی استحسان کو نہیں مانتے بلکہ بڑی شدت سے اس کا رد فرماتے ہیں۔

قیاس کے ابطال پر امام شافعی کے دلائل

علمائے شافعیہ نے استحسان کا انکار کیا ہے[22] اور کہا ہے کہ استحسان اپنی خواہش نفس سے رائے دینا ہے۔امام شافعی کا ایک قول ہے کہ ،، جس نے استحسان پر عمل کیا اس نے اپنی طرف سے نئی شریعت وضع کی،،استحسان کا انکار کرنے والے مزید یہ کہتے ہیں کہ اگر دین میں استحسان پر عمل کرنے کی اجازت دے دی گئی تو بے علم لوگوں کے لیے فتویٰ دینے کا دروازے کھل جائے گا اور ہر شخص اپنی خواہش نفس کے مطابق احکام گھڑنے لگے گا۔استحسان کی مخالفت کرنے والے بعض علماء نے یہ دلیل دی ہے کہ شریعت اسلامی کا کوئی حکم خلاف قیاس نہیں ہے اگر کوئی حکم بظاہر قیاس معلوم ہو تو اس میں دو امکان پائے جا سکتے ہیں۔ایک تو یہ کہ وہ قیاس ہی سرے سے غلط ہو گا یا پھر یہ کہ وہ حکم قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہو گا وہ کہتے ہیں کہ جن مسائل میں استحسان قرآن یا سنت کی کسی نص یا اجماع سے ثابت ہے تو پھر یہ شریعت کا استحسان ہوا۔ایک بالکل نئی دلیل قائم کر کے اسے استحسان کا نام دینا بے فائدہ ہے۔[23]

قرآن مجید

شارع نے انسان کو اس کی دنیوی زندگی میں بغیر رہنمائی کے نہیں چھوڑا بلکہ اس کے لئے احکام وضع کر دیئے ہیں۔اللہ تعالی نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا

ایحسب الانسان ان یترک سدی۔[24]

کیاانسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا۔

ا۔ مختلف مسائل کا حکم معلوم کرنے کے لئے قرآن وسنت کی طرف رجوع کرنے اور خواہشات انسان کی پیروی سے گریز کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

وان احکم بینھم بما انزک اللہ ولا تتبع اھواءھم۔[25]

اور تم اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق ان لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔

کسی میں اختلاف کی صورت میں قرآن وسنت کی رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔یہ نہیں کہا گیا کہ استحسان کی طرف رجوع کرو اور نیا قانون اپنی طرف سے بنالو۔اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

---

(22) البردیسی،الاستاذ محمد زکریا،اصول فقہ،(قاہرہ:دار التالیف،۱۹۸۰ء)،ص ۳۲۰

(23) الآمدی،الاحکام فی اصول الاحکام،۲۱۰/۴

(24) سورۃ القیامۃ:۷۵/۳

(25) سورۃ المائدہ:۴۹/۵

فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ و رسول ۔[26]

اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں جھگڑا ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر دو۔

استحسان میں چوں کہ باطنی اثر کو معتبر مان کر حکم لگایا جاتا ہے۔اس لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر دلائل قائم کہ جو ظاہر ہے اسی پر حکم لگادینا چاہیے۔کتاب الرسالہ میں فرماتے ہیں

ثم اطلع اللہ رسولہ علی قوم یظہرون الاسلام و یسرون غیرہ ،ولم یجعل لہ ان یحکم علیھم بخلاف حکم الاسلام ،ولم یجعل لہ ان یقضی علیھم فی الدنیا بخلاف ما اظھروا فقا ل لنبیہ ﷺقالت الاعراب آمنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا

اللہ تعالی نے اپنے رسول کو اس قول پر مطلع فرمایا جو اسلام کو ظاہر کرتے ہیں اور اسلام کے علاوہ کو چھپاتے ہیں۔اللہ تعالی نے ان پر اسلام کے حکم کے خلاف نہ فرمایا اور ان کے لیے دنیا میں اس کے خلاف فیصلہ نہ فرمایا جس کو وہ ظاہر کرتے تھے۔پس اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا: دیہاتیوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے تم فرماو کہ ،تم ایمان نہیں لائے بلکہ تم کہو کہ ہم اسلام لائے۔

گویا کہ منافقین جو کچھ ظاہر کرتے تھے اور اسلام کے احکام کو ظاہری طور پر بجالاتے تھے،ان کو ظاہر کو دیکھ کر ان سے قتال کو منع فرمایا اور ان کو وہ تمام حقوق عطائے جو عام مومنین کو حاصل تھے۔اثرِ باطن کا اعتبار کرتے ہوئے اللہ تعالی نے ان پر حکم نہیں لگایا ۔لہذا استحسان میں باطنی اثر کی قوت کا اعتبار ہوتا ہے،اس باطنی اثر کے قوی ہونے استحسان کی بنیاد ہے،جب باطنی اثر اک اعتبار نہیں،تو استحسان کا بھی اعتبار نہیں ہوگا۔

سنت

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ماترکت شیئا مما امرکم اللہ بہ آلا وقدامرتکم بہ ولا شیئا ممانھاکم عنہ الا وقد نھیتکم عنہ[27]

میں نے ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑی جس کا اللہ نے تمھیں حکم دیا مگر یہ کہ میں نے تمھیں اس کا حکم دے دیا اور کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جس سے اللہ نے تمھیں منع کیا ہو مگر یہ کہ میں نے تمھیں اس سے منع کر دیا۔

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں بطور گورنر یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو ان سے پوچھا جب گیا تمہارے پاس مقدمہ آئے گا تو اس کا فیصلہ کس طرح کروگے ؟حضرت معاذ نے عرض کیا اللہ کی کتاب کے موافق کروں گا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ؟حضرت معاذ نے عرض کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق فیصلہ کروں گا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی نہ پاؤ؟حضرت معاذ نے عرض کیا میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کو اس چیز کی توفیق بخشی جس سے اللہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی اور خوش ہے

(26) سورۃالنساء:۵۹/۴

(27) شافعی،أبو عبداللہ محمد بن إدریس بن العباس،کتاب الام(بیروت:دار المعرفۃ،۱۴۱۰ء)،۲۹۹/۷

۔دیکھے حضرت معاذ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں استحسان سے کام لوں گا بلکہ انہوں نے قرآن وسنت اور اجتہاد کا ذکر فرمایا۔اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کی رائے کی توثیق فرمائی۔[28]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اسی ظاہر کا اعتبار ہونے پر دلائل احادیثِ طیبہ سے بھی پیش کیے ہیں۔آپ نے کہا کہ

اخبرنا مالک ،عن شھاب ،عن عطاء بن یزید اللیثی ،عن عبیداللہ بن عدی بن الخیار ان رجلا سار النبی ﷺ فلم ندر ما ساری حتی جھر رسول اللہ ﷺ،فاذا ھو یشاورہ فی قتل رجل من المنافقین ،فقال رسول اللہ ﷺ الیس یشھد ان لا الہ الا اللہ ؟قال بلی ،ولا شھادۃ لہ ،فقال الیس یصلی ؟قال بلی ،ولا صلاۃ لہ ۔فقال لہ رسول اللہ ﷺ الئک الذین نھانی اللہ عنھم ۔

یعنی ہمیں خبر دی امام مالک نے ابن شہاب سے ،انہوں نے عطاء بن یزید اللیثی سے روایت کی اور عطاء نے عبید اللہ بن عدی بن خیار سے روایت کی کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں سرگوشی کی ،پس ہمیں معلوم نہیں کہ اس نے کیا سرگوشی کی ہے ،یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے بلند آواز سے گفتگو فرمائی ،پس وہ منافقین میں سے ایک آدمی کے قتل کے بارے میں مشورہ کر رہا تھا ۔پس اس شخص کو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا وہ منافق اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔اس شخص نے کہا کیوں نہیں اور اس کی گواہی نہیں۔پس رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے ارشاد فرمایا کہ کیا وہ نہیں اور اس کی کوئی نماز نہیں ۔پس اس شخص کو رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن سے اللہ عزوجل نے مجھے منع کیا ہے۔

استحسان کا استعمال فقہ شافعی میں

فقہ شافعی میں استحسان کی اگرچہ کوئی تعریف نہیں بیان کی گئی تاہم دیگر مکاتب فکر میں بیان کردہ تعبیرات پر تبصرہ ضرور کیا گیا ہے اور شرعی دلائل پر مبنی استحسان کو قبول کیا گیا گو اس کا نام استحسان نہیں رکھا گیا لیکن اس سے بنیادی حقیقت متاثر نہیں ہوتی۔

۱۔ علامہ امدی کہتے ہیں

حاصلہ یرجع الی تفسیر الاستحسان با لرجوع عن حکم دلیل خاص الی مقابلہ بدلیل طاری علیہ اقوی منہ من نص او اجماع ااو غیرہ ولا نزاع فی صحۃ الاتجاج بہ ۔[29]

(ابوالحسین بصری کی بیان کردہ) تعریف کا حاصل یہ ہے کہ استحسان کی تفسیر خاص دلیل کے حکم سے اس کے برعکس حکم کی جانب نص یا اجماع وغیرہ کی صورت میں پیش آمدہ قوی تر دلیل کی بنیاد پر رجوع سے کی جائے اور اس سے استدلال کرنے میں کوئی نزاع نہیں۔

۲۔علامہ ماوردی کہتے ہیں

اما الاستحسان فیما اوجبت ادلۃ اصول واقترن بہ استحسان العقول فھو حجۃ متفق علیھا یلزم العمل بھا۔[30]

---

(28) امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داود، کتاب الفرض،(کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی)، ۹/۳

(29) الآمدی، علی بن علی،الاحکام فی اصول الاحکام ،(مصر:مطبعۃ المعارف ،۱۳۳۲ھ)،۲۱۳/۲

(30) الماوردی ابوالحسن علی بن محمد،ادب القاضی،(بغداد:مطبعۃ الارشاد،۱۳۹۱ھ)،۶۴۹/۲

ان امور میں استحسان جن کو دلائل اصول ثابت کریں اور ان کے ساتھ انسانی عقول کی پسندیدگی متصل ہو جائے بالاتفاق حجۃ ہے جس پر عمل کرنالازم ہے

۳۔ امام ابواسحاق ابراہیم شیرازی استحسان کے حوالے سے مختلف جہات کاذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں

و ان كان تخصيص بعض الجملة من الجملة بدليل يخصها او الحكم باقوى الدليلين فهذا مما لا ينكره احد فيسقط الخلاف فى المسئلة يحصل الخلاف فى اعيان الادلة التى يزعمون انها ادلة خصوا بها الجملة او دليل اقوى من دليل۔[31]

اور اگر یہ استحسان عمومی حکم میں بعض مسائل کو کسی باعث تخصیص دلیل کی بناپر مخصوص کرنے یادو دلیلوں میں سے قوی تر دلیل کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کا نام ہے تو اس کا کوئی انکار کرنے والا نہیں ہے اور یوں مسئلہ میں اختلاف ختم ہو جاتا ہے اور اختلاف ان مخصوص دلائل میں ہوگا جن کے بارے میں قائلین کا یہ گمان ہے کہ ان کی وجہ سے عمومی احکام کو مخصوص کیا گیا ہے یا اس دلیل کی بابت بحث ہوگی جو دوسری دلیل سے قوی تر قرار دی گئی ہے۔

امام شافعی نے کئی مسائل کے حوالے سے استحسان کا لفظ ترجیحی حوالہ سے استعمال کیا ہے مثلاً

۱۔ استحسن فى المتعة ان تكون ثلاثين درهما –[32]

میں متعۃ(عورت کے بعد از طلاق دیئے جانے والے سامان) کے بہتر خیال کرتا ہوں کہ وہ تیس درہم ہوں

۲۔ استحسن ان تثبت الشفعة الى ثلاثة ايام۔[33]

میں تین دن تک شفعہ کے ثبوت کو مناسب سمجھتا ہوں

۳۔ و قد رايت بعض الحكام يحلف بالمصحف و ذالك منى حسن۔[34]

میں نے بعض حکام کو قران پر حلف لیتے دیکھا ہے اور یہ میرے نزدیک بہتر ہے

۴۔ حسن ان يضع (المو ذن) اصبيعه فى صماخى اذنيه۔[35]

بہتر ہے کہ موذن اپنے کانوں کے سوراخ میں انگلی ڈالے۔

۵۔ استحسن ان يترك شئ للمكاتب من نجوم المكاتبت[36]

میں بہتر سمجھتا ہوں کہ مکاتب کے لیے معاوضہ کے قسطوں میں سے کچھ چھوڑ دیا جائے۔

---

(31) الشیرازی،ابواسحاق ابراہیم بن علی،اللمع فى اصول الفقه،(قاہرہ:مطبعة مصطفى البابى الحلبى،۱۳۵۷ھ)٦٦

(32) الشافعی،كتاب الام ،۵۲/۵

(33) الشافعی،كتاب الام،۲۳۲/۳

(34) الشافعی،كتاب الام،۲۷۹/٦

(35) الشافعی،كتاب الام،۷٦/۱

(36) السبکی علی بن عبدالکافی،الابهاج فى شرح المنهاج،(قاہرہ:مكتبة الكليات الازهريه،۱۹۸۱ء)۹۱،۹۲/۳

٦۔ ان اخرج السارق يده اليسره بدل اليمنى فقطت فالقياس يقتضى قطع يمناه والاستحسان ان لا تقطع۔[37]

اگر چور نے دائیں ہاتھ کی جگہ بایاں ہاتھ نکال دیا اور وہ کاٹ دیا گیا تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے اور استحسان یہ ہے کہ وہ ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

علامہ سبکی نے اس امر پر کافی اصرار کیا ہے کہ ان مثالوں میں امام شافعی کی طرف استحسان کے لفظ کی نسبت لغوی معنوں میں ہے۔[38]

لیکن سرقہ کے مسئلے میں امام شافعی کا انداز بیان واضح طور پر اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہاں استحسان قیاس کے بالمقابل استعمال کیا گیا ہے جو اس کے اصطلاحی مفہوم میں ہی ممکن ہے۔ علامہ سبکی کے اپنے الفاظ میں اس مسئلے کی بابت یہ الفاظ ہے

٧۔ قال فی السارق ان اخرج يده اليسره بدل اليمنى القياس ان يقطع يمناه والاستحسان ان لا يقطع۔[39]

اس کے باوجود ان کا یہ کہنا نا قابل فہم ہے کہ

٨۔ واما مسئلة السارق فلم يقل ايضا لا تقطع يمناه لاستحسان الايقطع۔

ڈاکٹر محمد مظہر بقا کہتے ہیں یہ بات بالکل صاف ہے کہ امام شافعی کا یہ استحسان قیاس میں ہے اور بظاہر یہ وہی استحسان معلوم ہوتا ہے جسے احناف استحسان القیاس کہتے ہیں۔[40]

دیگر فقہاء شافعیہ نے بھی فقہی مسائل میں استحسان کا ذکر کیا ہے۔

ابو الفرج سرخسی نے متوسط طبقہ کے شوہر پر خادم کے نفقہ کے اندازے کے بارے میں کہا کہ اصحاب فقہانے استحسان کیا ہے کہ اس پر ایک مد مکمل اور ایک مد کا چھٹا حصہ لازم ہوگا اس لیے کہ خادم اور مخدومہ کے مراتب میں فرق ہے، چونکہ خوشحال شخص پر صرف ایک مد اور تہائی مد ہے اور تنگ دست پر صرف ایک مد، تو متوسط پر اسی تناظر میں نفقہ آنا چاہیے[41]

فقہ شافعی میں رخصت کی یہ تعریف کی گئی ہے

٩۔ هو الحكم الثابت على الخلاف الدليل لعذر۔[42]

اور استحسان بھی اس سے ملتے جلتے تعبیر کا حامل ہے۔ خاص پر استحسان بضرورۃ تو شرعی رخصت پر عمل کرنے کا ہی نام ہے

علامہ حموی کہتے ہیں

---

(37) الانصاری، ابو یحیٰ زکریا، غایۃ الوصول شرح لب لوصول، (مصر: مطبعة البابى الحلبى وشركاة)، ص ١٤٠

(38) السبکی وابنۃ، الابہاج، ج٣، ٩٢، ٩١

(39) السبکی وابنۃ، الابہاج، ج٣، ٩٢، ٩١

(40) السبکی وابنۃ، الابہاج، ج٣، ٩٢، ٩١

(41) السبکی وابنۃ، الابہاج، ٩٢/٣

(42) الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، المستصفى من علم الاصول (کراچی: دارة القرآن والعلوم اسلامیہ، ١٤٠٧ھ)، ٦٣/١

۱۰۔ ان شافی ایضا لم یخل عن الاستحسان فقد ثبت عنه ان امد حمل اربع سنین مع ان القیاس یقتضی ان یکون تسعة اشہر لانه غالب ما یقع(43)

امام شافعی بھی استحسان سے پیچھے نہیں، ان سے ثابت ہے کہ انہوں نے زیادہ سے زیادہ مدت حمل چار سال قرار دی ہے حالانکہ قیاس کا تقاضا نو ماہ ہے جیسا کہ عام معمول ہے۔

مسئلہ حماریہ اور مسئلہ مشترکہ میں امام شافعی کا موقف وہی ہے جو مالکیہ کا ہے جو قائلین استحسان میں سے ہیں کہ ان مسائل میں قیاسی حکم کے رو سے حقیقی بھائی محروم رہتے ہیں اور صرف ماں شریک بھائی حقدار وراثت ٹھہرتے ہیں حالانکہ دونوں ایک والدہ کی اولاد ہونے میں برابر شریک ہیں اس بنا پر قیاس کو چھوڑ کر از روئے استحسان سب بھائیوں کو مال وراثت کا حقدار قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ علامہ حجوی کہتے ہیں

۱۱۔ و اشافعی یقول بهذا کمالک فلزمه القول بالاستحسان ولو سماه بغیر اسمه۔(44)

قال الرافعی فی التغلیظ علی المعطل فی اللعان استحسن ان یحلف و یقاله قل بالذی خلقك ورزقك۔(45)

جو شخص لعان کے بارے میں ٹال مٹول سے کام لے رہا ہو اس پر سختی کرنے کے لیے علامہ رافعی کہتے ہیں کہ میں اس سے اس طرح حلف لینا بہتر تصور کرتا ہوں کہو اس ذات کی قسم جس نے تجھے پیدا کیا اور تجھے رزق دیا۔

۱۲۔ قال القاضی الرویانی فی امتنع المدعی من الیمین المردودة وقال امهلونی لاسا ل الفقهاء استحسن قضاة بلدنا امهاله یوما۔(46)

مدعی عائد ہونے والی قسم سے رک جائے اور کہے مجھے مہلت دو کہ میں فقہاء سے دریافت کروں تو اس کے بارے میں قاضی رویانی کہتے ہیں کہ ہمارے شہر کے قاضی اسے ایک دن کی مہلت دینے کو مناسب سمجھتے ہیں۔

۱۳۔ امام غزالی نے ابو الحسن کرخی کی بیان کردہ اقسام استحسان میں سے تین اقسام سے اتفاق کیا ہے کہ حدیث خلاف قیاس قول صحابی اور مخفی مفہوم کو قیاس پر ترجیح حاصل ہو گی۔(47) گویا کہ وہ اسے استحسان کا نام دینے پر معترض ہیں بلکہ وہ اس استحسان کو موہوم دلائل میں سے شمار کرتے ہیں۔(48)

---

(43) الحجوی، محمد بن حسن فاسی، الفکر السامی، (رباط: ادارۃ المعارف، ۱۳۴۰ھ)، ۹۲/۱

(44) الحجوی، الفکر السامی، ۹۱/۱

(45) السبکی، الابہاج، ۹۱/۳، ۹۲

(46) السبکی، الابہاج، ۹۱/۳، ۹۲

(47) الغزالی ابو حامد محمد بن محمد، المنخول من تعلیقات الاصول، (دمشق: دارالفکر، ۱۳۹۰ھ)، ۳۷۵

(48) الغزالی، المستصفی، ۹۰/۱

۱۴۔ استحسان اپنی نوعیت کے مظاہر میں استثناء سے تعبیر کیا جاتا ہے بلکہ مالکیہ نے تو اس کی تعریف ہی استثناء مصلحته جزلیته من قاعدته کلیته بیان کی ہے۔[49]

استثنائی احکام فقہ شافعی میں بھی بڑی کثرت سے پائے جاتے ہیں مثلاً

(الف) شافعیہ کے نزدیک حرم کا گھاس کاٹ کر چوپایوں کو کھلانا جائز ہے کیونکہ اسے کاٹنے سے حجاج کو تکلیف و مشقت لاحق ہوتی ہے یہ حکم اس عمومی حکم سے مستثنیٰ کیا گیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذخر کے دیگر اشیاء مکہ کے حرم سے لینے کی ممانعت کی ہے۔

(ب) شافعیہ نے باپ اور دادا کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ اپنا مال اپنے ولی کے لیے رہن رکھیں جب اس کا ان پر یا اس کے برعکس ان کا اس پر دین ہو۔

(ج) شافعیہ نے دادا کو اجازت دی ہے کہ وہ اگر مناسب سمجھے تو وہ اپنے پوتے کا نکاح اپنی پوتی سے کرا سکتا ہے حالانکہ ان کے ہاں یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ عقد میں دو افراد کی جانب سے ایجاب و قبول ضروری ہے۔

(د) ایسے پھل کو فروخت کرنے کی صورت میں جس کا پکنا ظاہر ہو چکا ہو اس کے اتارنے کے موسم تک برقرار رکھنا ضروری ہے نیز اس کو پانی سے سیراب کیا جائے گا کیونکہ عرف میں یہ دونوں شرطیں طے ہیں اسی طرح جیسے ان شرائط کو واضح طور پر ذکر کیا جاتا اور ضرورت کی وجہ سے یہ شرائط درست قرار دی گئی ہیں تاکہ عقد درست ہو جائے اور یہ بھی قواعد سے مستثنیٰ صورت ہے۔

اس بارے میں علامہ عزالدین بن عبدالسلام کہتے ہیں

انما صح هذا الاشتراط منا لان الحاجة ماسته اليه و عاملة عليه فكان هذا من المستثنيات عن القواعد تحقيقا لمصالح هذا العقد۔[50]

(ر) شافعیہ کے ہاں پلوں اور مساجد کی تعمیر کے اندر وقف کرنے کی اجازت عام قواعد کے برعکس دی گئی ہے چنانچہ علامہ عزالدین کہتے ہیں:

انما خوالفت القواعد فى الوقف على بناء القناطير والمساجد لان المقصود منه المنافع والغلات فهى باقية الى يوم الدين فلما عظمت مصلحته خوالفت القواعدفى عمره تحصيلا مصلحة۔[51]

استحسان کی اقسام

استحسان کی تقسیم مختلف اعتبار سے کئی گئی ہے۔اثر کے اعتبار سے تقسیم کی گئی ہے،اسی طرح ایک تقسیم باعتبارِ نظری و تطبیق ہونے کے،کی گئی ہے۔ مشہور تقسیم،استحسان کی سند کے اعتبار سے ہے،اور اسی سند کے اعتبار سے تقسیم کو قدرِ مفصل ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

---

(49) الشاطبیؒ،الموافقات ،۲۰۹/۱

(50) عزالدین،ابو محمد عبدالعزیز بن عبدالسلام،قواعد الاحكام فى مصالح الانام،(لبنان:دار الجيل،طبعہ ثانیہ ۱۴۰۰ھ)۱۰۸/۲

(51) عزالدین،قواعد الاحكام فى مصالح الانام،۱۵۶/۲

استحسان بالنص

اگر کسی مسئلہ میں قیاس اور عام قواعد کی رو سے ایک حکم ثابت ہوتا ہو لیکن قرآن یا سنت کی کوئی نص اس حکم کے بر عکس موجود ہو اور وہ نص اس جزئی مسئلہ کو اس عام حکم سے مستثنیٰ کرتی ہو جو قواعد عامہ کے تقاضوں کے مطابق اس جیسے دوسرے مسائل کے لیے ثابت ہے تو ایسی نص پر عمل کرنا استحسان بالنص کہلاتا ہے۔

استحسان کی اس صورت میں کسی مسئلہ کے اس حکم کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ جس کا تقاضا قیاس اور قواعد عامہ کریں اور اس کے بر خلاف کسی ایسے حکم کو اختیار کر لیا جاتا ہے جو نص سے ثابت ہو۔ یعنی قیاس اور قواعد عامہ کی رو سے کسی مسئلہ کا حکم کچھ اور ہونا چاہیے تھا لیکن استحساناً اس حکم کے بر خلاف نص کے حکم پر عمل کر لیا جاتا ہے۔[52]

استحسان بالنص کی چند مثالیں

اگر کوئی شخص یہ کہے میں نے اپنا مال صدقہ کیا تو قیاس کی رو سے اس کا سارا مال صدقہ شمار کیا جانا چاہیے کیونکہ مال کا لفظ مطلق اور عام ہے لیکن قرآن مجید کی نص وارد ہو جانے سے استحساناً اس کے کل مال میں سے صرف وہی مال صدقہ شمار کیا جائے گا جس پر زکوۃ واجب ہوتی ہو۔ قرآن مجید کی آیت ہے:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً[53]

(اے نبی ﷺ) تم ان کے اموال میں سے صدقہ لو۔

یہاں لفظ اموال بظاہر مطلق اور عام ہونے کے باوجود صرف اموال زکوۃ کے لیے استعمال ہوا ہے لہذا استحسان بالنص کے مطابق مذکورہ شخص کے قول "میں نے اپنا مال صدقہ کیا" سے مراد اس کے کل مال میں سے صرف مال زکوۃ کا صدقہ ہی ہو گا۔

بیع السلم، ایک ایسی بیع ہے جس میں معاہدہ بیع کے وقت فروخت کی جانے والی چیز موجود نہیں ہوتی لیکن اس کی قیمت ادا کر دی جاتی ہے اور ایک مقررہ مدت کے بعد وہ چیز خریدار کو دینے کا معاہدہ کیا جاتا ہے گویا کہ یہ معدوم چیز کی بیع ہے اور قواعد کی رو سے معدوم چیز کی بیع باطل ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ

لا تبع ما ليس عندك۔[54]

جو چیز تمہارے پاس نہیں ہے اسے مت بیچو۔

اس حدیث کا حکم عام ہے جس سے ہر معدوم چیز کی بیع ناجائز ٹھہرتی ہے شریعت اسلامیہ کا عام قاعدہ یہی ہے۔ لیکن بیع سلم اس عام قاعدہ سے مستثنیٰ ہے اور یہ استثناء (Exception) خود حدیث پاک سے ثابت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

---

(52) الآمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، ۱۱/۴

(53) سورۃ التوبہ: ۹/۱۰۳

(54) ابن ماجہ محمد بن یزید قزوینی، سنن ابن ماجه، کتاب التجارات (کراچی: قدیمی کتب خانہ)، ۵۲/۲

من اسلف في شيء ففي كيل معلوم و وزن معلوم إلى اجل معلوم۔[55]

جو شخص کسی چیز میں سلم (کا معاہدہ) کرے تو معین ناپ اور معین وزن میں اور ایک معین مدت تک کرے۔

یوں بیع سلم کے معاملہ میں نص کی بناء پر قیاس کو چھوڑ دیا گیا اور یہ استحسان بالنص ہے۔

اگر کوئی روزہ دار بھول کر کچھ کھا، پی لے تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ روزہ فاسد ہو جانا چاہیے کیونکہ عام اصول یہ ہے کہ کوئی چیز اپنے رکن کے ختم ہو جانے پر باقی نہیں رہتی۔[56] روزے کا رکن امساک (کھانے پینے اور خواہشات نفسانی سے رکے رہنا) ہے جو کہ کھا، یا، پی لینے سے ختم ہو گیا۔ روزے کی حالت میں کھانا پینا روزے کے منافی ہے اور کوئی چیز اپنے کسی منافی وجود کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتی۔ لہذا روزہ فاسد قرار دیا جانا چاہیے لیکن بھول کر کھا یا پی لینے کی صورت میں روزے کو استحسانا درست قرار دیا گیا۔ اس استحسان کی بنیاد ایک نص ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

اذا نسي فأكل وشرب فليتم صومه فإنما اطعمه الله وسقاه ۔[57]

جب کوئی بھول کر کھا پی لے تو اپنا روزہ پورا کرے اس کو اللہ نے کھلایا پلایا ہے۔

مندرجہ بالا نص کی وجہ سے بھول کر کھا پی لینے سے روزے کے فاسد ہونے کا حکم ترک کر دیا گیا اور استحسانا روزے کے باقی رہنے کا حکم نافذ کر دیا گیا۔

استحسان بالاجماع

جب مجتہدین کسی مسئلہ میں اس سے ملتے جلتے مسئلوں اور نظائر کے حکم عام کے خلاف کسی حکم پر متفق ہو جائیں یا وہ عامتہ الناس کے کسی ایسے فعل پر سکوت اختیار کر لیں اور اس کی مخالفت نہ کریں جو فعل مقررہ اصولوں اور عام قواعد کے خلاف ہو تو مجتہدین کے اتفاق یا سکوت کی بناپر ایسے فعل کا جواز استحسان بالاجماع کہلائے گا۔

استحسان بلاجماع کی چند مثالیں

استصناع یعنی کوئی چیز بنوانا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کاریگر سے کوئی چیز تیار کروانے کا معاہدہ کرتا ہے لیکن معاہدے کے وقت وہ چیز موجود نہیں ہوتی جس کے تیار کروانے کا معاہدہ کیا جا رہا ہے جبکہ اس چیز کی قیمت معاہدہ کے وقت ہی ادا کر دی جاتی ہے۔ ایسا معاہدہ قیاس کی رو سے باطل ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ ایک معدوم چیز کی بیع کا معاہدہ ہے لیکن یہ استحسان بلاجماع کی بناء پر جائز ہے کیونکہ امتِ مسلمہ اپنے تعامل میں ایسے معاہدات کرتی چلی آ رہی ہے اور فقہاء نے ان معاہدوں کو باطل قرار نہیں دیا بلکہ عامتہ الناس کی سہولت اور فائدے کی خاطر قیاس کو ترک کر دیا اور ایسی بیع کو مستحسن سمجھ کر اس کے جواز کا فتویٰ دیا۔

استحسان بالاجماع کی ایک اور مثال حمام میں اجرت دے کر نہانا ہے قیاس اور عام قواعد کی رو سے ایسا اجارہ فاسد ہے کیونکہ اس میں صرف اجرت / کرایہ مقرر ہوتا ہے جبکہ دوران غسل استعمال کیے جانے والے پانی اور صابن کی مقدار اور حمام کے اندر ٹھہر

---

(55) امام بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحيح المسند من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم سننه وايامه ، کتاب البیوع، (کراچی: نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب، ۱۳۸۱ھ)، ۷۴۴/۱

(56) البردیسی، اصول فقہ، ص ۱۰۳

(57) امام بخاری، صحیح بخاری، کتاب الصوم، ۲۸۲/۱

نے کی مدت غیر متعین ہوتی ہے۔ لیکن استحسانا ایسے اجارہ کو جائز کہا گیا ہے کیونکہ لوگوں میں اس کا ایسا ہی رواج ہے اور کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ یہاں قیاسی حکم کو ترک کر کے اس کے خلاف وہ حکم اختیار کیا گیا ہے جو اجماع سے ثابت ہے۔ [58]

استحسان بالقیاس الخفی

بعض اوقات کسی ایک مسئلہ میں دو قیاس سامنے آجاتے ہیں ایک قیاس جلی اور دوسرا قیاس خفی۔

ا۔ قیاس جلی: یہ وہ قیاس ہوتا ہے جس کی طرف مجتہد کا ذہن جلد متوجہ ہو جاتا ہے اور اسے اس ضمن میں زیادہ غور و فکر کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اسے قیاسِ ظاہر بھی کہتے ہیں۔

۲۔ قیاس خفی اس سے مراد وہ قیاس ہے جو قیاس جلی کے مقابلے میں پوشیدہ اور دقیق ہو اور مجتہد کا ذہن فوری طور پر اس کی طرف نہ جائے بلکہ غور و فکر کے بعد وہ مجتہد کے ذہن میں آئے۔

جب کسی مسئلہ میں دو قیاس پائے جائیں ایک جلی اور دوسرا خفی اور یہ دونوں قیاس ایک دوسرے سے متعارض ہوں، یعنی ان کے حکم ایک دوسرے کے خلاف ہوں لیکن قیاس خفی زیادہ قوی ہو یا اس پر عمل کرنا لوگوں کے لیے آسانی اور فائدہ کا باعث ہو تو اس صورت میں قیاس جلی کے مقابلے میں قیاس خفی کو اختیار کر کے زیر غور مسئلہ پر اس کے مطابق حکم لگا دیا جاتا ہے۔ کیونکہ لوگوں کی سہولت اور مصلحت قیاس جلی کو ترک کرنے اور قیاس خفی پر عمل کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔ قیاس خفی قیاس جلی کے مقابلے میں زیادہ قوی اور نتائج کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ قیاس جلی پر عمل کرنا گرد شواری کا باعث اور ضرر رساں ہو تو مجتہد گہرا غور و فکر کر کے کوئی ایسا باریک اور پوشیدہ پہلو تلاش کرتا ہے جو قیاس جلی سے زیادہ طاقتور دلیل کی حیثیت رکھتا ہو اور یوں وہ اس دلیل کی بنا پر قیاس جلی کو ترک کر دیتا ہے۔ جو دلیل قاس جلی کے مقابلے میں قیاس خفی کو اختیار کرنے کا تقاضا کرتی ہے اس کو وجہ استحسان یا سند استحسان کہتے ہیں اور جو حکم اس طرح ثابت ہوتا ہے وہ حکم استحسان کہلاتا ہے۔ احناف کے نزدیک قیاس خفی کا دوسرا نام ہی استحسان ہے اور اس نوع استحسان کا استعمال ان کی فقہ میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ [59]

اصل اعتبار دلیل کی قوت اثر کا ہے

قیاس جلی اور قیاس خفی دونوں میں سے کسی ایک کو ترک کرنے اور دوسرے کو اختیار کرنے کے لیے اصل اعتبار دلیل کی قوت اثر اور صحت کا ہوگا۔ اس کے ظاہر یا پوشیدہ ہونے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ یعنی یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ فلاں دلیل ظاہر ہے اس کو اختیار کر لیا جائے اور فلاں دلیل ظاہر نہیں ہے لہذا اس کو ترک کر دیا جائے۔ بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ ان دونوں میں سے کونسی دلیل زیادہ صحیح اور زیادہ قوت اثر رکھتی ہے جیسے دنیا ظاہر ہے اور آخرت پوشیدہ لیکن دنیا کے مقابلے میں آخرت کی زندگی اپنی قوت اثر کے اعتبار سے راجح ہے کیونکہ دنیا فانی اور اخروی زندگی کو دوام اور عمدگی حاصل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

---

(58) البردیسی، اصول الفقہ، ص ۳۱۰

(59) تقی امینی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، ص ۲۲۰

اگر دنیا سونے سے بنی ہوتی اور آخرت مٹی سے بنی ہوتی تب بھی ایک دانا ختم ہو جانے والے سونے کے مقابلے میں ہمیشہ رہنے والی مٹی کو ہی اختیار کرتا۔[60]

بینائی عقل کے مقابلے میں ظاہر ہے لیکن عقل اثر کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے کیونکہ عقل کا ادراک زیادہ پختہ اور مضبوط ہے۔ لہذا عقل راجح ہوگی۔ چنانچہ قیاس جلی کے مقابلے میں قیاس خفی کو اسی صورت میں اختیار کیا جائے گا جب اس کی دلیل کی صحت اور قوت اثر زیادہ ہو لیکن اگر قیاس خفی کے مقابلے میں قیاس جلی زیادہ قوی اور صحیح ہو تو پھر قیاس جلی کے مطابق ہی حکم لگایا جائے گا۔

استحسان بالقیاس الخفی کی چند مثالیں

شکار کرنے والے پرندوں مثلاً شاہین باز اور شکرا وغیرہ کے جھوٹے کی پاکی وناپاکی کے مسئلہ میں قیاس جلی کا حکم یہ ہے کہ ان کا جھوٹا ناپاک ہے۔ ان کے جھوٹے کو شکار کرنے والے درندوں مثلاً شیر ریچھ اور چیتا وغیرہ کے جھوٹے پر قیاس کیا گیا ہے۔ کیونکہ لعاب کا حکم گوشت کے تحت آتا ہے اور ان درندوں کا گوشت حرام ہے لہذا ان کا لعاب بھی حرام ہوا کیونکہ لعاب اس نجس گوشت سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ اس مسئلہ میں قیاس خفی یہ ہے کہ پرندے چونچ سے کھاتے ہیں۔ چونچ ہڈی ہوتی ہے اور ہڈی پاک ہے۔ اگر مردہ کی ہڈی پاک ہے تو زندہ کی ہڈی بدرجہ اولیٰ پاک ہے۔ پاک چونچ جب پاک چیز سے ملتی ہے تو کوئی ناپاکی پیدا نہیں ہوتی۔

اس کے برخلاف درندے زبان سے کھاتے پیتے ہیں اور زبان پر حرام گوشت سے پیدا ہونے والا نجس لعاب موجود ہوتا ہے جب درندے کا نجس لعاب پاک چیز سے ملتا ہے تو اسے بھی ناپاک کر دیتا ہے۔ چونکہ پرندے زبان کی جائے چونچ سے کھاتے ہیں لہذا پرندے کے جھوٹے کو درندے کے جھوٹے پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ اس لیے قیاس جلی کو ترک کر کے اس سے قوی تر قیاس خفی پر عمل کرتے ہوئے شکار کرنے والے پرندوں کے جھوٹے کو استحساناً پاک قرار دیا گیا ہے۔

اگر زرعی زمین کو وقف کیا جائے اور وقف میں حقوق ارتفاق (Easement Rights) مثلاً پانی دینے کا حق گزرنے کا حق اور پانی گزارنے کا حق وغیرہ کا ذکر نہ کیا گیا ہو تو کیا یہ حقوق معاہدہ وقف میں خود بخود شامل ہوں گے؟ قیاس جلی یہ تقاضا کرتا ہے کہ یہ حقوق وقف میں شامل نہیں ہوں گے کیونکہ عقدِ وقف کو عقدِ بیع پر قیاس کیا جائے گا۔ معاہدہ بیع میں جب تک کسی چیز کا ذکر نہ کیا جائے وہ چیز از خود اس معاہدے میں شامل نہیں ہوتی۔ بیع اور وقف کے درمیان جو قدر مشترک ہے وہ مالک سے چیز کی ملکیت کا اخراج ہے۔ لہذا حقوق ارتفاق کا جب تک معاہدہ وقف میں ذکر نہیں کیا جائے گا وہ وقف میں شمار نہیں ہوں گے۔ قیاس خفی کا تقاضا ہے کہ وقف کو اجارہ پر قیاس کیا جائے وقف اور اجارہ کے درمیان جو قدر مشترک ہے وہ چیز سے منفعت حاصل کرنا ہے اس چیز کی ملکیت نہ وقف میں حاصل ہوتی ہے اور نہ اجارہ میں حاصل ہوتی ہے۔ یہ قیاس خفی ہے جس کے مطاق حقوق ارتفاق وقف کے حکم میں داخل ہوں گے خواہ ان کا ذکر معاہدہ وقف میں خاص طور پر نہ کیا گیا ہو۔ کیونکہ وقف کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس چیز کو وقف کیا گیا ہے اس سے منفعت حاصل کی جائے اور حقوق ارتفاق کے بغیر یہ منفعت حاصل نہیں ہو سکتی۔ لہذا استحساناً حقوق ارتفاق وقف میں داخل ہوں گے۔

---

(60) البخاری، علاء الدین عبدالعزیز، کشف الاسرار علی اصول البزدوی، (استنبول: شرکت صحافیه عثمانیه، ۱۳۰۸ھ)، ۱۲/۴

استحسان بالضرورۃ

جب کسی مسئلہ کے قیاسی حکم پر عمل کرنے سے تکلیف اور تنگی پیدا ہو اور اس حکم کا نفاذ کسی ضرر و نقصان کا موجب بنے یا کسی انسانی ضرورت کو پورا کرنا دشوار ہو جائے تو ایسی صورت میں اس مسئلہ کے قیاسی حکم کو ترک کر کے ایسے حکم کو اختیار کیا جائے گا جس سے تنگی و مشقت دور ہو اور انسانی ضرورت کی تکمیل ہو۔ استحسان ضرورت پر اس وقت عمل کیا جاتا ہے جب کسی انسانی ضرر و تکلیف کو دور کرنے کی اشد ضرورت ہو اور قیاس پر عمل کرنے سے برے نتائج نکلنے کا قوی امکان ہو۔[61]

استحسان بالضرورۃ کی چند مثالیں

۱۔ اگر کنویں میں ناپاک چیز گر جائے تو قیاس کی رو سے کنویں کا تمام پانی ناپاک ہے لہذا تمام پانی نکالا جانا چاہیے۔ لیکن عملی طور پر یہ حکم دشواری اور تکلیف پیدا کرتا ہے۔ کنویں سے جتنا پانی نکالا جائے گا نیچے سے اتنا ہی اور پانی اوپر آجائے گا اور نیا پانی پہلے سے موجود ناپاک پانی سے مل کر ناپاک ہو جائے گا۔ اس طرح کنویں کے پانی کی تطہیر کی کوئی صورت نہیں نکلے گی۔ لہذا لوگوں کی ضرورت کی خاطر اور دشواری دور کرنے کے لیے ایک معین مقدار میں پانی نکال لینا ہی کافی ہوگا۔ اس کے بعد کنویں کا سارا پانی، کنویں کی دیواریں اور ڈول وغیرہ سب پاک اور طاہر تصور کیے جائیں گے۔

۲۔ جن چیزوں کی خرید و فروخت ناپ یا تول سے ہوتی ہے ان کو اگر قرض میں دیا جائے یا وہ جنس کے عوض بیچی جائیں تو ان کا ناپ، تول میں برابر ہونا ضروری ہے ورنہ ناپ تول میں فرق سود شمار ہوگا جو کہ حرام ہے۔ لیکن پکی ہوئی روٹیاں اس عام اصول سے مستثنیٰ ہیں۔ پڑوسی آپس میں عام طور پر روٹیوں کا ادھار لین دین گن کر کرتے ہیں۔ جس سے روٹیوں کے وزن میں کمی بیشی ضرور ہو جاتی ہے، لیکن اس کمی بیشی کو سود نہیں کہا گیا اور فقہاء نے اس لین دین کو جائز قرار دیا ہے۔ ایسا حکم ضرورت کے تحت ہے کیونکہ پڑوسیوں کے مابین لین دین میں اس حد تک احتیاط کرنا باعث مشقت ہوگا۔ اس مثال میں ایسی تمام چیزیں داخل ہیں جو لوگوں کے مابین روزمرہ زندگی میں لین دین کے لیے استعمال ہوتی ہیں اور جن کی کمی یا زیادتی میں احتیاط کرنا دشوار ہو۔[62]

استحسان بالعرف

استحسان کی یہ قسم ہر اس صورت میں پائی جائے گی جہاں کسی مسئلہ میں لوگوں کے عرف اور رواج پر عمل کیا جائے اور اس عرف کے مقابلے میں قیاس کو چھوڑ دیا جائے۔ لوگوں کے مابین جاری عرف اور عادت کو کسی مخالف قیاسی حکم کے مقابلے میں اختیار کرنا استحسان بالعرف کہلاتا ہے۔ فقہاء نے بہت سے مسائل میں قیاسی ضابطے یا قاعدہ عامہ کو چھوڑ کر اس کے خلاف لوگوں کے عرف و عادت کو دلیل بناتے ہوئے چیزوں کے جواز کا فتویٰ دیا اس لیے کہ خلاف قیاس عرف و عادت پر حکم جاری کرنے میں لوگوں کی مصلحت تھی۔[63]

---

(61) البخاری، کشف الاسرار شرح المنار، ۱۱/۴

(62) عبدالکریم زیدان، الوجیز، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ) ص ۳۷۰

(63) البردیسی، اصول الفقہ، ص ۳۱۵

استحسان بالعرف کی چند مثالیں

۱۔ اگر کوئی شخص قسم اٹھائے کہ گوشت نہیں کھائے گا اور اس کے بعد وہ مچھلی کھائے تو ظاہر قیاس کی رو سے وہ حانث (قسم توڑنے کا مرتکب) ہو جائے گا۔ لیکن استحسان کی رو سے حانث نہیں ہو گا کیونکہ عرف عام میں جب گوشت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس میں مچھلی شامل نہیں ہوتی۔ استحسان کا یہ حکم عرف پر مبنی ہے۔

۲۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہر چیز مجھ پر حرام ہے تو قیاس یہ کہتا ہے کہ ان الفاظ کی محض ادائیگی سے ہی وہ شخص حانث ہو جائے گا کیونکہ اس نے ایک حلال چیز کا استعمال کر لیا ہے اور وہ ہے ہوا میں سانس لینا۔ لیکن استحساناً وہ حانث نہیں ہو گا۔ عرف کے اعتبار سے اس کا قول صرف کھانے پینے کی اشیاء تک محدود رہے گا۔ لہذا جب تک وہ کھانے یا پینے کی کوئی چیز استعمال نہیں کر لیتا، اس پر قسم کا کفارہ واجب نہیں ہو گا۔(64)

استحسان بالمصلحہ

جب ایک مسئلہ میں کسی مصلحت کی بنا پر قیاس کو ترک کر کے اس کے مخالف حکم پر عمل کیا جائے تو اسے استحسان بالمصلحہ کہتے ہیں۔ انسانی زندگی کے بہت سے مسائل میں بعض اوقات قیاسی حکم پر عمل کرنے سے ان مصالح کی تکمیل مشکل ہو جاتی ہے، جن کا شریعتِ اسلامی نے اعتبار کیا ہے۔ جب کسی قیاسی ضابطے اور قاعدہ عامہ پر عمل ضرر رساں اور خلاف مصلحت ہو تو ایسی راہ اختیار کی جائے گی جس سے حصول مصلحت ممکن ہو جائے۔ البتہ ایسی صورت میں صرف ان مصالح کا لحاظ رکھا جائے گا جنہیں شریعت نے معتبر جانا ہے۔ خود ساختہ اور غیر شرعی مصلحتوں کی بنا پر قیاسی احکام اور عام قواعد کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ مصلحت کی خاطر دلیل کو ترک کر دینے کا اصول خاص طور پر فقہ مالکیہ کا ایک نمایاں وصف ہے۔ امام مالک اور دیگر مالکی فقہاء نے اپنے بہت سے فتاوی کی بنیاد اس اصول پر رکھی ہے۔(65)

استحسان بالمصلحہ کی چند مثالیں

۱۔ کسی شخص کے پاس دوسرے کی کوئی چیز امانت ہو اور وہ غفلت و کوتاہی کے بغیر ضائع ہو جائے تو اس پر تاوان عائد نہیں ہوتا یہ عام قیاسی حکم ہے لیکن اس عام حکم سے وہ پیشہ ور افراد مستثنی ہیں جو بہت سے لوگوں کے لیے کام کرتے ہیں جیسے دھوبی اور درزی وغیرہ ان کے ہاتھ سے کسی کی کوئی چیز کپڑا وغیرہ تلف ہو جائے تو ان پر تاوان عائد ہو گا کیونکہ اس کے بغیر لوگوں کی مصلحتوں کا تحفظ ممکن نہیں اس مسئلہ میں مصلحت کی خاطر استحسان سے کام لیا گیا ہے۔

۲۔ عقد مزارعت میں عام قاعدہ یہ ہے کہ فریقین یا ان میں سے کسی ایک کی وفات سے مزارعت ختم ہو جائے گی۔ لیکن فقہاء نے اس عام قاعدہ سے اس صورت کو مستثنیٰ کیا ہے جب زمین کا مالک وفات پا جائے اور فصل اچھی پک کر تیار نہ ہوئی ہو۔ ایسی صورت

---

(64) الزرکشی، ابو عبداللہ بدر الدین محمد بن عبداللہ بن بھادر، البحر المحیط، (لبنان: دارالکتب العلمیة، ۱۴۱۴ء) ۱۴۱/۶

(65) الشاطبی، الموافقات، ۲۰۷/۴

میں مزارع کی مصلحت اوراس کو پہنچنے والے ممکنہ نقصان کو دور کرنے کی خاطر استحساناً عقد مزارعت کو ختم تصور نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ فصل پک جانے تک اس کے استمرار اور جاری رہنے کا فتویٰ دیا جائے گا۔[66]

استحسان مراعاۃ خلاف العلماء

استحسان کی ایک قسم مراعاۃ خلاف العلماء ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ جن مسائل میں علماء کی اختلافی آراء پائی جاتی ہیں ان میں لوگوں کے لیے عمل میں تخفیف اور سہولت کی خاطر کسی بھی رائے کے مطابق فتویٰ دینے کی گنجائش موجود ہے۔استحسان کی اس قسم کو فقہ مالکی میں ایک دلیل کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔دوسرے مذاہب کے فقہاء نے بھی اس پر عمل کیا ہے۔اس میں بعض اوقات اپنی دلیل کو چھوڑ کر مخالف فقہی مذہب کی دلیل کو اختیار کر لیا جاتا ہے کیونکہ واقعہ مذکورہ میں مخالف دلیل مستحسن نظر آتی ہے اور اپنی دلیل پر عمل کرنے سے دقت اور دشواری پیدا ہوتی ہے۔[67]

استحسان مراعاۃ خلاف العلماء کی چند مثالیں

۱۔ مالکی فقہاء نے نکاح فاسد کے مسئلہ میں عورت کی میراث اور مہر کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے حنفی فقہ کی رائے کو مدنظر رکھا۔احناف نکاح فاسد میں عورت کے حق میراث اور حق مہر کو تسلیم کرتے ہیں جبکہ مالکی فقہ کے مطابق نکاح فاسد سے خاوند بیوی کی وراثت ثابت نہیں ہوتی لیکن فقہائے مالکیہ نے استحساناً حنفی فقہ کے مطابق اس کے جواز کا فتویٰ دیا۔[68](۴۳)۔

۲۔ امام ابو یوسف نے ایک جمعہ کے روز غسل کیا اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔جب لوگ نماز پڑھ کر منتشر ہو گئے تو قاضی ابو یوسف کو اطلاع دی گئی کہ جس حمام میں انہوں نے غسل کیا تھا اس کے پانی میں مردہ چوہا پایا گیا ہے انہوں نے یہ سن کر فرمایا: تو پھر ہم اس وقت اپنے مدنی بھائیوں (مالکی فقہاء) کے مسلک پر عمل کرتے ہیں کہ جب پانی دو قلہ (پیمانہ کا نام) کی مقدار میں ہو تو وہ نجس نہیں رہتا اس کا حکم ماء کثیر (زیادہ پانی کا ہو جاتا ہے۔[69] یہ استحسان مراعاۃ الخلاف کی ایک مثال ہے۔

منکرین استحسان کی غلط فہمی

جن علمائے اصول نے استحسان کی حجیت کا انکار کیا ہے انہوں نے لفظ استحسان سے مراد ذاتی خواہش اور طبعی رجحان کے تحت بغیر دلیل کے استنباط احکام کر نالیا ہے اور یہ کہ جس چیز کو فقیہ کی طبیعت اور خواہش اچھا سمجھے وہی استحسان ہے۔

قائلین استحسان نے لفظ استحسان سے وہ مراد نہیں لی جو اس کے منکرین نے اختیار کی ہے۔جمہور علمائے اصول جنہوں نے استحسان کی حجت قرار دیا ہے وہ بھی ہوائے نفس اور ذاتی اغراض کے تحت بلا دلیل استنباط احکام کی اجازت نہیں دیتے بلکہ ان کے نزدیک قیاسِ ظاہر، یا حکمِ عام کو دلیل کے ساتھ ترک کرنے کا نام استحسان ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ علیہ نے جس استحسان کا انکار کیا ہے وہ ہے صرف عقل رائے اور ذاتی غرض وخواہش پر مبنی ہو اور جس کے پیچھے کوئی دلیل شرعی نہ ہو۔اسی لیے شافعی فقیہ علامہ قفال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اگر استحسان سے مراد یہ ہے کہ جس چیز پر تمام اصول اپنے معانی کے ساتھ دلالت کریں تو اس کو بطورِ دلیل اختیار کرنا اچھا

(66) البردیسی، اصول الفقہ، ص۳۱۷

(67) الشاطبیؒ، ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ، الاعتصام، (مصر: المکتبة التجارية الكبرى)، ۱۴۶/۲

(68) الشاطبیؒ، الموافقات، ۳۲۷/۲

(69) عرفان خالد ڈھلوں، قانونِ اسلامی اختصاصی مطالعہ، ص ۲۷

ہے اور ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔[70] استحسان کا استعمال تمام فقہاء کرام کے ہاں پایا جاتا ہے،البتہ اس کا نام تبدیل کر کے بعض اوقات ،مسائل میں استعمال کیا گیا ہے۔اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے،ڈاکٹر حسین حامد حسان کا یہ کہا ہے کہ:

و هذا نوع من الاجتهاد موجود فی فقه الائمة جميعا فليس فی الفقه ابی حنيفة فقط ولكن شافعيةلم يطلقواعليه استحسانا بل عنده تطبيقا للقواعد و تحقيقا للمناط العموم۔[71]

اور اجتہاد میں سے یہ نوع تمام ائمہ کی فقہ میں موجود ہے۔یہ صرف امام ابو حنیفہ کی فقہ میں نہیں پائی جاتی لیکن فقہاء شافعیہ نے اس پر استحسان کا اطلاق نہیں کیا بلکہ یہ استحسان ان کے نزدیک قواعد کو تطبیق دینا اور علت کے لئے عموم کو ثابت کرنا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ استحسان فقہ اسلامی کے مآخذ میں سے اہم ترین ماخذ ہے۔اس کا استعمال تقریباً تمام فقہاء کے ہاں پایا جاتا ہے ،البتہ بعض اوقات اس کا نام تبدیل کر کے استعمال کیا جاتا ہے۔رہا شوافع کا رد کرنا،تو ما قبل میں بیان کیا جا چکا ہے کہ شوافع جس استحسان کا رد کرتے ہیں،ہم بھی اس کے قائل نہیں ہیں بلکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔وہ ایسا استحسان ہے جس میں خواہشِ نفس کو ترجیح دی جاتی ہے۔جس استحسان کے احناف موجد ہیں،اس کا استعمال شوافع کے ہاں بھی کثیر مسائلِ فقہ میں موجود ہے،جیسا کہ ما قبل امثلہ میں گزر چکا ہے۔

---

(70) الآمدی،الاحکام فی اصول الاحکام،۲۱۰/۴

(71) ڈاکٹر حسین حامد حسان،نظریہ المصلحتہ فی الفقه الاسلامی،(قاہرہ:دارا لکتب العربی،۱۳۹۴ھ)،ص۵۹۳

خلاصہ کلام

ما قبل کی گئی ابحاث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ: کسی قوی تر دلیل کی بنا پر کسی قیاس کو خاص کرنا استحسان کہلاتا ہے۔ یہ فقہ کا اہم ترین مآخذ ہے۔ استحسان کا استعمال تمام فقہاء عظام کرتے ہیں، البتہ بعض اوقات اس کو استحسان کا نام نہیں دیتے۔ شوافع نے جس استحسان کی نفی کی ہے، اس کو احناف بھی نہیں مانتے اور نہ ہی اس کے مطابق مسائل استدلال کرتے ہیں، وہ ہے اپنی خواہش کے مطابق بغیر دلیل کے احکام کا استنباط کرنا۔ جس استحسان کو احناف نے ثابت کیا ہے، اس کا استعمال دیگر فقہی مذاہب، بشمول شوافع پایا جاتا ہے ۔استحسان ایک ایسا ماخذ ہے، جس کی حجیت پر کثیر دلائل ناطق ہیں۔

نتائج موضوع

- استحسان قوی دلیل کی بنا پر قیاسِ جلی کو چھوڑ کر، قیاسِ خفی پر فتوی دینے کا نام ہے۔
- استحسان کے استعمال قرآن وسنت اور اقوالِ صحابہ شاہد ہیں۔
- امام شافعی نے خواہشِ نفس کے مطابق فتوی دینے کو استحسان قرار دیا ہے۔ اس کو احناف بھی معتبر نہیں مانتے۔
- احناف اور شوافع کا اختلاف، استحسان کے معتبر ہونے میں صرف غلط فہمی پر قائم ہے۔
- احناف جس استحسان کو معتبر مانتے ہیں، اس کو استعمال شوافع نے بھی کثیر مسائل میں کیا ہے۔

سفارشات و تجاویز

- استحسان ایک ایسا ماخذ شرعی ہے کہ اس کا اعتبار کر کے، دورِ حاضر میں کثیر مسائل میں جواز کا فتوی دیا جا سکتا ہے۔
- استحسان کے معنی و مفہوم کو سمجھنے اور استعمال کرنے کے لیے اسکالر کی تربیت کی ضرورت ہے۔
- اسلامی اسکالر کو استحسان کی اصطلاح استعمال کر کے عوام کے لیے آسانی پر مشتمل راستے تلاش کرنے چاہیے۔
- حکومتی سطح پر ایک ایسا ادارہ قائم ہونا چاہیے جو استحسان کو مدِ نظر رکھ کر موجودہ دور کے مطابق، مسائل کا حل پیش کرے۔
- استحسان کے موضوع پر مزید ریسرچ کی حاجت ہے۔
- دورِ حاضر کے جامعات میں استحسان کو ایک ماخذ فقہ کے طور پر متعارف کرانے کی شدید حاجت ہے۔

List of Sources in Roman Script

Al-Quran Al-Kareem

Al-Dabusī, Abu Zaid Ubaidullah. *Taqwim Al-Adillah Fi Usul Al-Fiqh.* Beirut: Dar Al-Kutub Al-'Ilmiyyah.

Al-Sarakhsi, Muhammad bin Ahmad. *Usul Al-Sarakhsi.* Hyderabad: Ihya' Al-Ma'arif Al-Nu'maniyyah.

Ya'qub bin Abdul Wahhab. *Al-Istihsan Wa Haqiqatahu.* Maktabah Rasheed.

Al-Haddawi, Hassan Al-Sheikh. *Al-Istihsan: Ta'reefuhu Wa Hujjatuhu.* Abu Dhabi: Ramasat Al-Qadha' Al-Shar'i, 1404 AH.

Al-Bazdawi, Ali bin Muhammad bin Husain. *Usul Al-Fiqh.* Egypt: Maktab Al-Sina'a, 1307 AH.

Al-Aamidi, Ali bin Ali Abu Al-Hasan. *Al-Ahkam Fi Usul Al-Ahkam.* Cairo: Matba'at Al-Ma'arif, 1332 AH.

Al-Basri, Muhammad bin Ali bin Al-Tayyib. *Al-Mu'tamad Fi Usul Al-Fiqh.* Damascus: Al-Ma'had Al-Ilmi Al-Faransi Lil-Dirasat Al-Islamiyyah, 1387 AH.

Mu'azzam Shah. *Usul-e-Fiqh.* Islamabad: Allama Iqbal Open University.

Al-Shatibi, Ibrahim bin Musa. *Al-Muwafaqat.* Dar Ibn 'Affan.

Al-Aamidi, Ali bin Ali Abu Al-Hasan. *Al-Ahkam Fi Usul Al-Ahkam.* Beirut: Al-Maktab Al-Islami.

Bukhari, Muhammad bin Ismail. *Al-Jami' Al-Sahih.* Karachi: Noor Muhammad Press, 1381 AH.

Imam Ahmad bin Hanbal. *Musnad Ahmad.* Beirut: Mu'assasat Al-Risalah.

Dhillon, Irfan Khalid. *Qanun-e-Islami: Ikhtisasi Mutala'a.* Islamabad: Shariah Academy, International Islamic University.

Amini, Taqi. *Fiqh Islami Ka Tareekhi Pas-e-Manzar.* Karachi: Qadeemi Kutub Khana, 1991.

Al-Bardeisi, Muhammad Zakariya. *Usul Al-Fiqh.* Cairo: Dar Al-Taleef, 1980.

Al-Mawardi, Abu Al-Hasan Ali bin Muhammad. *Adab Al-Qadi.* Baghdad: Matba'at Al-Irshad, 1391 AH.

Al-Sheeraazi, Abu Ishaq Ibrahim bin Ali. *Al-Luma' Fi Usul Al-Fiqh.* Cairo: Mustafa Al-Babi Al-Halabi Press, 1357 AH.

Al-Shafi'i, Muhammad bin Idris. *Kitab Al-Umm.* Beirut: Dar Al-Ma'rifah, 1410 AH.

Abu Dawud, Sulaiman bin Ash'ath. *Sunan Abi Dawud.* Karachi: H. M. Saeed Company.

Al-Subki, Ali bin Abdul Kafi, and His Son. *Al-Ibhaj Fi Sharh Al-Minhaj.* Cairo: Maktabat Al-Kulliyyat Al-Azhariyyah, 1981.

Al-Ansari, Abu Yahya Zakariya. *Ghayat Al-Wusul Sharh Lub Al-Usul.* Egypt: Al-Babi Al-Halabi Press.

Al-Ghazali, Abu Hamid. *Al-Mustasfa Min 'Ilm Al-Usul.* Karachi: Dar Al-Quran Wal-'Uloom Al-Islamiyyah, 1407 AH.

Al-Hujawi, Muhammad bin Hasan Al-Fasi. *Al-Fikr Al-Sami.* Rabat: Idarat Al-Ma'arif, 1340 AH.

Al-Ghazali, Abu Hamid. *Al-Mankhul.* Damascus: Dar Al-Fikr, 1390 AH.

Izzuddin Abdul Aziz bin Abdul Salam. *Qawa'id Al-Ahkam Fi Masalih Al-Anam.* Lebanon: Dar Al-Jil, 2nd ed., 1400 AH.

Ibn Majah, Muhammad bin Yazid. *Sunan Ibn Majah.* Karachi: Qadeemi Kutub Khana.

Bukhari, Muhammad bin Ismail. *Sahih Al-Bukhari.* Karachi: Noor Muhammad Press, 1381 AH.

Al-Bukhari, Alauddin Abdul Aziz. *Kashf Al-Asrar Sharh Al-Manar.* Istanbul: Sharikat Sahafiyah 'Uthmaniyah.

Zaidan, Abdul Karim. *Al-Wajeez Fi Usul Al-Fiqh.* Lahore: Maktabah Rahmaniyyah.

Al-Zarkashi, Badruddin. *Al-Bahr Al-Muheet.* Lebanon: Dar Al-Kutub Al-'Ilmiyyah, 1414 AH.

Al-Shatibi, Ibrahim bin Musa. *Al-I'tisam.* Cairo: Al-Maktabah Al-Tijariyyah Al-Kubra.

Hassan Hamed Hassan. *Nazariyyat Al-Maslahah Fi Al-Fiqh Al-Islami.* Cairo: Dar Al-Kutub Al-'Arabi, 1394 AH.